از ارشادات عالیہ الشیخ مولانا شاہ عبد الغفور صاحب مجددی عباسی
مہاجر مدینہ طیبہ قدس اللہ سرہ العزیز

خدائی نعمتوں کے حقوق ــــ اور ــــ تقاضے

★

قیامت کے دن پانچ سوالات

علم و حکمت سے لبریز یہ روح پرور وعظ حضرت مولانا قدس سرہ نے دار العلوم حقانیہ اپنی آمد کے موقع پر ۱۸ رجب ۱۳۸۱ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز بدھ دار العلوم کی زیر تعمیر جامع مسجد میں بعد از نماز ظہر علماء و صلحاء اور طلباء کے بہت بڑے مجمع میں ارشاد فرمایا جسے اس وقت من و عن ضبط کیا گیا۔ آج جبکہ حضرت مرحوم دنیا میں نہیں ہیں تو ان کے ارشادات مواعظ اور گرانمایہ ملفوظات میں متوسلین کیلئے کافی سامانِ تسکین و ہدایت موجود ہے۔ انشاء اللہ اگلی فرصتوں میں حضرت کے مزید مواعظ اور ملفوظات بھی پیش کیے جائینگے

"سمیع الحق"

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ اما بعد فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزول قدما ابن آدم یوم القیامۃ حتی یُسال عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وما ذا عمل فیما علم او کما قال سیدنا و مولانا صلی اللہ علیہ وسلم۔

تمہیدی کلمات | میرے بھائی مولوی سمیع الحق صاحب نے سپاس نامہ کے ضمن میں اس فقیر کے

متعلق جو کچھ بیان فرمایا۔ میں اس کا لائق نہیں۔ میں محض ایک طالب علم ہوں۔ یہ محض ان کا حسن ظن ہے کہ انہوں نے اس فقیر کا اکرام و اعزاز فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ قلبی محبت اور والہانہ عقیدت کا نتیجہ ہے۔ اور مدینہ منورہ (شرفہا اللہ وکرمہا) کا احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماکر ان نیک جذبات کا انہیں اجر عطا فرماوے۔ میں تمام مدارس دینیہ کا دعاگو ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے وجود کو تادیر قائم و دائم رکھے اور مدرسہ کے تمام اراکین و مدرسین کو اللہ تعالیٰ طویل زندگی نصیب فرماوے۔ میں ان کے ان عقیدتمندانہ کلمات کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ البتہ مدینہ منورہ میں ان کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ اگر خداوند قدوس نے خیریت کے ساتھ وہاں پہنچایا، میرے دل میں علوم دینیہ کے ساتھ گہری محبت ہے، علماء دین اور طالبانِ علوم دینیہ کا خادم اور دعاگو ہوں۔

محترم بھائیو! یہ ایک مختصر حدیث ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی۔ یہاں علماء کرام موجود ہیں جو حدیث شریف کے معنی و مقصد سے بخوبی واقف ہیں، لیکن یہاں کے اس اجتماع میں عام لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ میں ان کے سمجھانے کے لئے اس حدیث شریف کا مقصد بیان کرتا ہوں ——

حدیث کا خلاصہ و مطلب | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قیامت کے بعض احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب قیامت کا دن قائم ہوجائے۔ تو بنی آدم کے دونوں قدم اپنی جگہ سے نہ ہلیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا نہ پوچھ لیا جائے۔ پہلا سوال عمر کے متعلق کیا جائے گا۔ عن عمرہ فیما افناہ۔ اے انسان میں نے تجھے بیش قیمت عمر سے نوازا تھا آپ نے اس بیش بہا عمر کو کس مد میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کے ذکر میں صرف کیا۔ یا کہ معصیت اور غفلت میں ضائع کیا۔

ہماری زندگی کے اوقات اور عمر کے یہ لمحات انتہائی قیمتی ہیں۔

اوقات کی اہمیت اور ہماری بے قدری | ایک ایک سیکنڈ اور لمحہ میں انسان بڑی بڑی نعمتیں اور طرح طرح کے اعمال صالحہ اپنے لئے فراہم کرسکتا ہے۔ اس چند روزہ زندگی کی فرصت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فرامین و احکام کی تعمیل کے صلہ میں آخرت کی دائمی زندگی اپنے لئے حاصل کرسکتا ہے۔ صد افسوس کہ ہماری زندگی کے زرین اوقات اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی جگہ معصیت اور نافرمانی میں بسر ہوتے ہیں۔ آج عصریت کا ایک دور ہے، دہریت کا سیلاب

ہے جس میں مسلمان ڈوبے ہوئے بہتے جا رہے ہیں۔ نہ اپنے خالق سے لگاؤ ہے، نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات اور لامتناہی نعمتوں کا احساس ہے۔ خداوند قدوس کی بے شمار کریم فرمائیوں کا شکریہ ہم کبھی بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ہم تمام عمر نفس وجود کا شکریہ ادا کرنے میں لگے رہیں تو اس کے شکریہ سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انسان کے جسم پر جتنے بال ہیں اگر ہر ایک بال کو دو دو زبانیں عطا کی جائیں، اور ہر زبان قیامت تک شکریہ ادا کرنے میں مصروف ہو جائے تو شکریہ کا حق ادا نہ کر سکے گا۔ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان، زبان، ناک اور جسم کے دیگر اعضاء اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی ہوئی بیش بہا نعمتیں ہیں۔

شکریہ اور کفرانِ نعمت زبان خداوند کریم کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ احادیث نبویہ کی اشاعت کی جائے۔ وعظ و ارشاد کا مقدس فریضہ اس کے بدولت سرانجام دیا جائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں استعمال ہو، نہ کہ غیبت، جھوٹ، گالی گلوچ، القاب قبیحہ میں۔ کیونکہ یہ اس نعمت کا شکریہ نہیں بلکہ کفرانِ نعمت ہوگا۔ اگر زبان سے ارشادات نبویہ، اسرار و رموز قرآنیہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر کا کام نہ لیا گیا، بلکہ قوتِ گویائی، گانے بجانے، جھوٹ اور فحش کلامی میں صرف کی گئی، تو زبان اور قوتِ گویائی جیسی عظیم نعمتوں کا شکریہ ادا نہ ہوا۔ اس زبان سے اگر ذکر و تلاوت نہ ہوتی تو کاش اس سے غیبت بھی نہ ہوتی۔ گانے بجانے جھوٹ وغیرہ کا کام بھی زبان سے نہ لیا جاتا تو پھر بھی اچھا ہوتا۔ ایک چیز جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے اس کو اس مقصد کے ضد میں استعمال کرنا کفرانِ نعمت ہے، اسی طرح کان قرآن مجید، احادیث نبویہ اور مواعظ حسنہ کے سننے کے لئے ہیں۔ یہ نعمت اسی لئے بخشی گئی ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول سن کر اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ اگر اس سے گانے بجانے، ریڈیو کے فواحشات سننے کا کام لیا گیا۔ آنکھوں سے قرآن بینی اور احادیث نبویہ کے مطالعہ اور دیگر جائز امور کے معائنہ کی بجائے سینما، تھیٹر اور فحاشیوں کے مراکز دیکھنے کا کام لیا گیا۔ تو یہ ناشکری اور کفرانِ نعمت ہوگا۔ اور یہ کفر دون کفر ہے۔ اسی طرح ہمارا دل جو اشرف الاعضاء تمام اعضائے جسمانی کا رئیس ہے، اس کا کام بھی اشرف ہو، یعنی عشقِ خدا، محبتِ رسولؐ، ذکرِ حق، فکرِ حق کا مرکز ہو۔ اگر کینہ، حسد، بغض و عناد، مسلمانوں کے ساتھ نفرت، ماسوی اللہ سے محبت اور اس قسم کی چیزوں کو دل میں جگہ دی گئی تو ہم نے دل کا استعمال اپنے ضد میں کیا۔ جو

نہایت درجہ کی شوخ چشمی اور کفران نعمت ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ ہلیگا۔ قدم نہ اٹھائے گا۔ جب تک پانچ باتوں کی جواب دہی نہ ہو جائے گی۔

من عمرہ فیما افناہ۔ پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے اپنی زندگی کے اوقات کو کن کاموں میں صرف کیا۔

حقوق الاوقات اور حقوق اللہ فی الاوقات | ہر چیز کے حقوق کیطرح وقت کے بھی حقوق ہیں۔ ایک حقوق اللہ فی الاوقات ہیں اور ایک خود حقوق الاوقات ہیں۔ حقوق اللہ فی الاوقات کا مطلب یہ ہے کہ اوقات میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کئے جائیں اور حقوق الاوقات سے یہ مراد ہے کہ خود وقت ایک نعمت ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اس کام میں صرف کیا جائے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ پہلی قسم یعنی حقوق اللہ فی الاوقات اگر اپنے وقت میں کسی عذر کی بناء پر ادا نہ ہو سکیں تو ان کی قضا دوسرے وقت میں جائز ہے۔ جیسے ظہر کی نماز اگر اپنے وقت میں ادا نہ کی جائے۔ تو عصر کے وقت میں قضا پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ وقت ظرف ہے۔ معیار نہیں۔ (یہ ایک اصولی اصطلاح ہے۔) اور دوسری قسم یعنی حقوق الاوقات یہ حقوق اگر بروقت ادا نہ کئے جائیں تو ان کی تلافی اور تدارک ممکن نہیں۔ یہ غیر ممکن القضاء ہیں۔ مثلاً یہ ایک وقت ہے۔ جس میں ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور اس وقت کے ہمارے اوپر حقوق ہیں۔ جو وقت گذر گیا وہ دوبارہ نہیں لوٹ سکتا۔ وقت ہمیں بزبان حال پکارتا ہے۔ کہ میرا تمام حصہ ذکر حق، فکر حق اور اطاعت وعبادت میں مشغول کرو۔ اگر وقت یادِ خدا اور بندگی حق میں گذار دیا۔ (جیساکہ یہ مبارک وقت ہے) تو یہ وقت کے حقوق کی ادائیگی ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں یہ نعمتِ وقت کا حق تشکر ہے۔ اور اگر وقت کو معصیت میں غفلت میں صرف کیا گیا تو وقت پکارتا ہے، اے غافل! توبہ کر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تمام تر توجہات مبذول کر کے اس کے ساتھ تعلق پیدا کر۔ ہم نہ تو توبہ کرتے ہیں، نہ انابت الی اللہ صرف زبانی توبہ ہے۔ قلبی توبہ نہیں۔

توبہ کی حقیقت | زبان کی توبہ تو ہر وقت زبان پر ہے، بلکہ بعض لوگ توبہ کرتے وقت دائیں کان سے بائیں کان تک ہاتھ لے جاتے ہیں۔ اور ہزار بار توبہ کہتے ہیں لیکن دل بدستور غافل ہوتا ہے صرف زبان پر استغفر اللہ ہوتی ہے۔ ادھر حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ ذوق گناہ اور لذاتِ معصیت میں اتنے بے ہوش ہوتے ہیں کہ کوئی گناہ بھی نہ چھوٹے۔ ڈاڑھی منڈائیں گے بشکل و

صورت غیر اسلامی، تہذیب و تمدن غیر شرعی، انگریزی بال نہ ہٹا سکیں، نکٹائی کو گلے سے نہ پھینک سکیں، دعویٰ تو کریں محمد مصطفےٰؐ کی غلامی کا اور صورت و سیرت سے دشمنانِ رسولؐ، اعدائِ اسلام کی غلامی عیاں ہوتی ہے۔

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوقِ گناہ

معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما

ہاتھ میں تسبیح اور زبان پر توبہ مگر دل میں گناہ کرنے کی لذت اور شوق۔ ہماری اس استغفار سے معصیت کو ہنسی آتی ہے۔

توبہ حقیقت میں وہ ہے جو دل کی تختی سے گناہوں کا میل کچیل اور ماسوی اللہ کے زنگ دھو ڈالے۔ التوبۃ الندامۃ۔ توبہ حقیقت میں شرمندگی اور کئے ہوئے گناہوں پر پشیمانی کا نام ہے۔ اور آئندہ کے لئے عہد کرنا ہے کہ اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق بسر کروں گا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتا رہوں گا۔ تب توبہ قبول ہوگی۔ آج بھی ان ایام کو غنیمت سمجھ کر توبہ کیجئے اپنی اوقاتِ عزیزہ کو ضائع نہ کیجئے۔

عہدِ سعادت اور موجودہ مسلمانوں کا عظیم تفاوت اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرکے آخرت کی زندگی کو سنواریں عصریت اور دہریت کا ایک سیلاب ہے۔ جو عالمِ اسلامی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے بہا رہا ہے۔ یہ بہت باریک اور نازک ترین دور ہے۔ امام حسن بصریؒ جلیل القدر تابعی ہیں۔ صحابہؓ کو دیکھ چکے تھے۔ اپنے زمانے کے لوگوں کی بدخوابیوں کو دیکھ کر پکار اٹھے:

واللہ قد ادرکنا اقواماً اور رأیتموھم لقلتم ھؤلاء لا یومنون باللہ والیوم الآخر۔

"خدا کی قسم ہم نے ایک ایسی پاکباز اور صالح جماعت کو دیکھا ہے۔ اگر وہ تمہیں دیکھ لیں، تو چیخ اٹھیں کہ یہ لوگ خدا اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔"

یہ اس عہد کی حالت تھی۔ جسے خیر القرون کی مجاورت اور قرب کا شرف حاصل تھا۔ آج ہم کس دور سے گذر رہے ہیں اس کا اندازہ لگائیں۔؟

حسن بصریؒ کا یہ قول علامہ امام شعرانی نے اپنی کتاب لطائف المنن میں ذکر کیا ہے۔

معصیتِ دنیا تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے صوفیاء و مشائخ دین ایک جگہ اکٹھے ہوگئے تھے۔ ان میں سے ایک عمر رسیدہ بزرگ نے کہا کہ ہم تو لوگوں کی اصلاح کر رہے ہیں، اور تمام ناجائز امور سے توبہ کر چکے ہیں۔ مگر ایک چیز سے ہم نے ابھی تک توبہ نہیں کیا، آؤ سب مل کر اس سے

بھی توبہ کر لیں۔

ساتھیوں نے عرض کیا وہ کونسی چیز ہے۔ فرمایا: حب الدنیا۔ وہ چیز دنیا کی محبت ہے۔ جس میں ہماری اکثریت مبتلا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: الدنیا رأس کل خطیئة۔ "دنیا تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے"۔ صوفیائے کرام نے حدیث نبوی کے ساتھ یہ جملہ اضافہ فرمایا ہے: وترکھا مفتاح کل فضیلۃ: "دنیا کی محبت کو چھوڑنا تمام فضیلتوں کی کنجی ہے"۔ یہ دنیا ساحرہ ہے۔ اور اس کا سحر ہاروت و ماروت کے سحر سے کئی درجہ بڑھ کر مضر اور خطرناک ہے۔

فان سحر ہاروت وماروت یفرق بین المرء وزوجہ۔ وھذہ الساحرۃ تفرق بین العبد وربہ

ہاروت ماروت کا سحر تو میاں بیوی کے درمیان جدائی کا باعث تھا اور یہ دنیا مخلوق کو خالق سے کاٹتی ہے ——— عبد اور معبود کے تعلقات کو توڑتی ہے۔ آج لوگ کیوں عیسائی بن رہے ہیں، کیوں مرزائیت و پرویزیت کو اپنایا جا رہا ہے۔ معمولی رقم، معمولی گندم، علاج معالجہ کی خاطر یہ دین فروشی دنیا کا سحر نہیں تو اور کیا ہے۔ ان دین فروش ظالموں کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ زندگی چند سالہ زندگی ہے۔ اس زندگی کو بہتر بنانے کے لئے آخرت کی دائمی زندگی سے اپنے آپ کو محروم کر دیتے ہیں۔ اور دنیا کی فانی نعمتوں کے لالچ میں آخرت کی دائمی نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ——— تمہیں بار بار مشاہدات سے معلوم ہو گیا ہے کہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں۔ آخرت اور اسکی نعمتیں باقی ہیں، آخرت کی نعمتوں سے اگر انسان محروم رہ گیا تو اسکی تلافی کبھی بھی نہ ہو سکے گی۔ اور دنیا کی نعمت سے اگر انسان محروم رہ جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اخروی نعمت کا خلف نہیں اور دنیوی نعمت کا خلف موجود ہے۔ اگر کسی کا بیٹا مر گیا، تو اللہ تعالیٰ دوسرا بیٹا عطا فرمائے گا۔ اگر بیوی مر گئی تو دوسری بیوی مل جائے گی۔ مال ہاتھ سے چلا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ اور مال دے دیگا۔ اسی طرح دنیوی نعم کے فوت ہو جانے سے ان کے بدلے اور نعمتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مگر آخرت کی نعمتوں کا خلف نہیں۔ وہ نعمتیں باقی ہیں۔ جو چیز باقی ہو اس کا خلف نہیں ہوتا۔ ایک صوفی شاعر نے فرمایا ہے:

تمہیں بار بار مشاہدات سے معلوم ہو گیا ہے کہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں۔ آخرت اور اسکی نعمتیں باقی ہیں۔ آخرت کی نعمتوں سے اگر انسان محروم رہ گیا تو اس کی تلافی کبھی بھی نہ ہو سکے گی۔ اور دنیا کی نعمت سے اگر انسان محروم رہ جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے کیونکہ اخروی نعمت کا خلف نہیں اور دنیوی نعمت کا خلف موجود ہے۔

لکل شیء اذا فارقتہ خلف، ولیس للہ ان فارقتہ خلف
لکل شیء اذا فارقتہ عوض، ولیس للہ ان فارقتہ عوض[1]

تو آخرت کی دائمی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کے ان فانی نعمتوں کو مول لینا دنیا ہی کا سحر ہے۔ ہر قسم کے گناہ اس دنیا کے ساتھ محبت رکھنے کے سلسلہ میں سرزد ہوتے ہیں۔ اسی حبِ دنیا نے ابوجہل کو اسلام جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیا

ابوجہل کی گمراہی کی وجہ | سیرت و تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے۔ کہ جب غزوۂ بدر میں حضور نبی کریمؐ صحابہ کرامؓ کی صف بندی کر رہے تھے۔ ادھر مد مقابل میں ابوجہل مشرکین مکہ اور کفار عرب کو مسلمانوں سے مقابلہ میں صفوں میں مرتب کر رہے تھے۔ اتنے میں امیہ بن خلف ابوجہل کے قریب جاکر کہنے لگے، کہ بھائی ابوجہل ہم تو لڑائی کے لئے گھر سے نکلے ہوئے ہیں۔ اور خوب ڈٹ کر لڑیں گے۔ صرف اتنا بتا دیجئے کہ محمد مصطفیٰؐ نبی ہیں، یا نہیں ---؟

ابوجہل نے جواب دیا کہ یقیناً نبی ہیں، ان کی نبوت میں ذرا برابر شک نہیں لیکن اگر ہم ان کی رسالت و نبوت تسلیم کریں، تو ہم سے ہماری موجودہ وجاہت دنیا کا یہ جاہ و جلال اور مال و متاع چلا جائے گا۔

پس ابوجہل اس دنیا کی محبت میں سرشار ہونے کی بدولت دولت اسلام اور نعمت ایمان سے محروم رہ گیا۔ بزرگوں کا یہ جملہ بالکل درست ہے: فان هذه المعاداة تفرق بين العبد وربه۔

یہی دنیا باپ اور بیٹے، بیٹے اور باپ کے درمیان عداوت ڈالتی ہے۔ اسی دنیا کی محبت کی خاطر بھائی بھائی کو بیوی شوہر کو باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

مسلمانو! اس دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔ اپنے اوقات کو خالق حقیقی اور منعم حقیقی کی یاد میں اور اسی کی فکر میں لگا دو۔ پھر افسوس کرو گے۔ پچھتاؤ گے۔ مگر ندامت و حسرت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ خداوند کریم اہل جنت سے خطاب فرمائیں گے۔ اے اہل جنت۔ تم کیا چاہتے ہو۔ جنتی کہیں گے: اے باری تعالیٰ! یہاں تو کسی چیز کی کمی نہیں البتہ ایک چیز کی خواہش ہے۔ وہ یہ کہ

اس دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔ اپنے اوقات کو خالق حقیقی اور منعم حقیقی کی یاد میں اور اسی کی فکر میں لگا دو۔ ... مگر ندامت و حسرت کا کوئی فائدہ

[1] دنیا کی ہر جدا ہونے والی چیز کا بدل اور قائم مقام مل جاتا ہے۔ مگر اللہ جل مجدہ سے جدا ہو جانے کا کوئی بدل اور تدارک ممکن نہیں۔ ۱۲ (سمیع الحق)

ہمیں پھر دنیا کیطرف واپسی کا موقعہ دیا جائے ۔ تاکہ جو اوقات ہم نے غفلت اور معصیت میں ضائع کئے ہیں ، ان کے بدلے اور اوقات تیری یاد اور تیری عبادت میں لگالیں ۔ لا یتحسّر اهل الجنة علی شیئٍ الا علی ساعاتٍ مرّت علیهم بالغفلة اوکما قال علیه الصلوٰة والسلام ۔ اہل جنت کو صرف ان لمحات پر حسرت ہوگی جو غفلت و بے پروائی میں گذرے ۔ مگر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب تمہیں واپسی کی اجازت نہیں ۔ تم دنیا ہی میں کیوں اپنے اوقات عزیزہ کو میری عبادت میں صرف نہ کرتے تھے ۔ میں نے پیغمبروں کو بھیجا ، علماء دین اور اہل اللہ نے تمہیں اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت کی طرف بارہا بار توجہات دلائے ۔ اب تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی ۔ یہ حالت ان لوگوں کی ہے جو جنت کو پہنچ چکے ہیں ۔ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے دنیا کو اپنے سینوں سے چمٹائے رکھا ۔ آخرت کو پس پشت ڈال دیا ۔ مگر دنیا کی محبت سے ایک سیکنڈ بھی غافل نہ رہے ۔ آج ہم اپنے اوقات کو دنیا کے کمانے میں صرف کر رہے ہیں ۔ ہمیں اس کا فکر نہیں کہ مرنے کے بعد ہم کیا اثرات چھوڑیں گے ۔

اولاد کی بربادی کا وبال والدین کے سر پہ | ہم خود دین سے غافل ، ہماری اولاد دین سے بے فکر ۔ ہمارا ماحول دنیا پرست ، اپنی اولاد کو انگریزی پڑھا پڑھا کر ان کو دھری بنا لیتے ہیں ۔ خدا اور رسول سے بے خبر ہو جاتے ہیں ۔ پھر ماں باپ نے جو دولت حلال کی کمائی ہو تو والدین کے مرنے کے بعد یا ان کی زندگی میں اولاد اسے حرام مصارف اور عیاشیوں میں اڑا دیتی ہے جس کا باعث ماں باپ ہوئے تھے جس کا وبال بھی والدین ہی کے سر پہ ہوگا ۔ اس رذیل دنیا کی خاطر اپنی اولاد کو انگریزی کی تعلیم دلائی جاتی ہے تاکہ وہ تعلیم یافتہ ہو کر دولت کے جائز اور ناجائز ذخیرے جمع کر دیں ۔

اسلام کی قدر و قیمت | ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ اسلام کی گرانمایہ نعمت کو محفوظ رکھیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کے لالچ میں ہم سے یہ بے بدل نعمت سلب ہو جائے ۔ دنیا تو ایک رذیل اور دنی چیز ہے ۔ دنیا ہیں کھیل ہے ۔ التکبیرة الاولیٰ خیر من الدنیا وما فیها ۔ ایک تکبیر تحریمہ کو امام کے ساتھ ادا کرنا کائنات ، دنیا اور دنیا میں جو نعمتیں موجود ہیں سب سے بہتر ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے حق میں فرمایا : حلالها حساب وحرامها وبال ۔ حلال کی کمائی کا حساب کتاب لیا جائے گا ۔ اور حرام دنیا تو عذاب اور وبال جان ہے ہی ۔

دنیا کی حقیقت | اکثر دنیا دار ، اغنیاء ، امراء لوگوں کو فقیروں ، درویشوں اور اولیاء اللہ کی صحبت کا شرف نصیب نہیں ہوتا ۔ امیر لوگ اس قسم کی مجالس کو نہیں آتے ۔ یہ کیا ہے ؟

یہ دنیا کی محبت ہے۔ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان رآہ استغنیٰ " یہ تمام طغیان اور سرکشی احکام خداوندی سے حکم عدولی کرنے کی وجہ سے ہے۔" الدنیا حلوۃ خضرۃ ساحرۃ " دنیا ذائقہ میں میٹھی محسوس ہوتی ہے اور دیکھنے میں سرسبز و شاداب اور خوش منظر ہوتی ہے مگر حقیقت میں مکار اور ساحرہ ہے۔ اس دنیا کی محبت سے توبہ کرو۔ آخرت کو حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کا ذخیرہ اور توشہ مہیا کرنے میں مصروف ہوجاؤ۔ آخرت کی دائمی آرام و راحت اور خوشیوں کی تلاش میں اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ لموضع شبر فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا جنت میں ایک بالشت مقدار جگہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ وہاں کی ایک حور کی جھلک کی قیمت دنیا وما فیہا سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے ارادے وسیع ہیں۔ وہاں معاملہ کن فیکون کا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اپنی اور اپنی اولاد کی اصلاح کریں۔ یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا " اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور ڈراؤ" حضرت ابن عباسؓ حبر الامت، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: ای بتقوی اللہ وامتثال ما امر اللہ بہ واجتناب مانھی اللہ عنہ " یعنی اہل وعیال کو خدا کے تقویٰ اور اس کے اوامر کی امتثال اور منہیات خداوندی سے اجتناب کے ذریعہ جہنم سے بچاؤ۔"

بعض ایسے افعال ہیں جن کے متعلق ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ ان کو ادا کرو۔ اور بعض ایسے افعال ہیں جن سے ہمیں باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ تو مامورات پر عمل کرنا اور منہیات سے بچنا دائمی وبال سے اپنی جانوں کو محفوظ کرتا ہے۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے: الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ " تم میں سے ہر ایک راعی اور نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

نعمتوں کی باز پرس | بادشاہ سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ کہ میں نے تجھے سلطنت و حکومت اور تخت و تاج سے سرفرازی بخشی تھی رعیت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں دی تھی۔ آپ نے رعیت کی کیا خدمت کی، شرعی قوانین کو کس حد تک جاری کیا۔ ضلعدار سے ضلع کے لوگوں کا اور تحصیلدار سے اپنے علاقہ اور گاؤں کے چودھری سے اپنے گاؤں

کے باشندوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ خاوند سے بیوی اور باپ سے بچوں کے متعلق دریافت کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے آپ کو اولاد کی نعمت بخشی تھی۔ آپ نے ان کو کس راستہ پر لگایا تھا، دینی مدارس کو بھیجا تھا۔؟ تاکہ وہاں قرآن مجید اور اسلامی علوم سیکھیں۔ یا انگریزی سیکھنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور اگر کسی شخص کی بیوی بھی نہ ہو، اولاد بھی نہ ہو، مال و متاع بھی نہ ہو تو اس سے اس کے اعضاء کے متعلق پوچھا جائے گا کہ میں نے آپ کو دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، آنکھیں وغیرہ اعضاء دئے تھے۔ آپ نے ان اعضاء کو اطاعت و عبادت میں صرف کیا، یا نافرمانی میں ضائع کیا۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ کان اور آنکھ، دل ان تمام نعمتوں کی باز پرس کی جائے گی۔ ہمارا کتنا بڑا مہربان خدا ہے جس نے ہم پر ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بارشیں برسائی ہیں۔

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو ۔۔۔ عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

وقت کی تلوار نے کاٹ دیا | تو میں عرض کر رہا تھا کہ قیامت کے دن پہلا سوال زندگی کے متعلق ہوگا۔ الوقت سیف اما تقطعہ او یقطعک۔ "وقت ایک تلوار ہے، یا تو آپ اس تلوار کو کاٹ دیں گے یا تلوار آپ کو کاٹ دے گا۔"

صد افسوس کہ وقت کی اس تلوار نے ہمیں کاٹ ڈالا۔ اب بھی فرصت ہے توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو۔ ورنہ اگر سکرات الموت شروع ہوگئیں، تو پھر توبہ کارآمد ثابت نہ ہوگا۔ اتباع سنت، عمل صالح اور اہل اللہ علماء ربانی کی صحبت کارآمد ہوگی۔

دوسرا سوال | قیامت کے دن دوسرا سوال جوانی کے متعلق ہوگا۔ وعن شبابہ فیما ابلاہ۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میں نے آپ کو جوانی دی تھی۔ آپ نے یہ جوانی کس چیز میں بسر کر دی۔ جس طرح کپڑا جب نیا ہوتا ہے تو مضبوط ہوتا ہے۔ اور جب پرانا ہو جاتا ہے۔ تو کمزور ہو جاتا ہے۔ اسیطرح جوانی بھی کپڑے کی طرح رفتہ رفتہ پرانی ہوتی جاتی ہے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے:

اغتنم خمسا قبل خمس شبابک	پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت
قبل ھرمک وصحتک قبل	جانو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے
سقمک وغناءک قبل فقرک	پہلے صحت کو، مفلسی سے پہلے توانگری کو،
وفراغک قبل شغلک وحیاتک	مشغول ہونے سے پہلے فرصت کو اور موت
قبل موتک۔ (ترمذی شریف)	سے پہلے زندگی کو۔

جوانی ایک نعمت ہے۔ اسی حالت میں بندگی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہونا سعادت ہے۔ بڑھاپے میں تو مجبوراً توبہ کرنا پڑتا ہے۔ جوانی میں خدا کیطرف توجہ کرنا جہادِ اکبر ہے۔ اسی طرح زندگی اور صحت بھی نعمت ہے۔ اور تونگری میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا کمال ہے۔ فقیری میں مبتلا ہونے سے قبل امیری کو نعمت سمجھنا چاہیئے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: کاد الفقران یکون کفرا۔ (بسا اوقات فقیری کفر کی باعث ہوتی ہے۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اعوذ باللہ من الکفر والفاقۃ والفقر۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں کفر اور فاقہ اور فقر سے (الحدیث) غریب بوجہ تکالیف بسا اوقات کلمات کفر استعمال کر لیتے ہیں۔

تیسرا سوال | تیسرا سوال مال کے متعلق ہوگا۔ ومن مالہ من این اکتسبہ۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے یہ مال کہاں سے کمایا ہے۔ حلال طریقہ سے کمایا ہے یا حرام ذرائع سے سمیٹ لیا ہے۔

اصلاح اعمال کیلئے اکل حلال کی ضرورت | علامہ حافظ منذریؒ نے اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کپڑا بنا اس میں نو حصے حلال کے ہوں اور ایک حصہ حرام کا ہو، اور وہ اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ انسان کے معدہ کی مثال حوض جیسی ہے۔ اگر حوض یا تالاب کا پانی میٹھا ہو، تو جس باغ کو اس پانی سے سیراب کیا جائے گا تو وہ باغ میٹھا پھل دے گا، اور اگر اس پانی میں کڑواپن یا شوراپن ہو تو میوہ اور پھل میں بھی کڑواپن پایا جائے گا۔ تو اسی طرح معدہ میں اگر حلال کا رزق ہو تو اس کا اثر خون میں ہوگا۔ اور انسان سے اچھے اعمال شریعت کے موافق زندگی، میٹھی باتیں سرزد ہوں گی۔ اور اگر معدہ حرام مال سے متعفن ہو گیا ہو۔ اور اعضاء کو (جو کھیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔) معدے کے اس گندے حوض سے سیراب کیا گیا ہو۔ تو سیئات اور مشکوک امور صادر ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل اکثر لوگوں کے کام غلط ہوتے ہیں۔ اگر انسان حضور اور خشوع سے وضو کرے تو اس کی نماز میں بھی خضوع خشوع اور حضور کامل ہوگا۔ اگر رزق چوری ڈکیتی، سینما وغیرہ سے جمع کیا ہو تو وہ شراب نوشی، زناکاری، سگریٹ، حقہ نوشی، سینما بینی وغیرہ میں صرف ہوگا۔ اور جائز محنت و مشقت، حلال کی مزدوری اور ملازمت، صحیح تجارت سے کمایا ہوا مال ہو۔ تو وہ صحیح مصارف میں خرچ ہوگا۔

چوتھا سوال | چوتھا سوال یہ ہوگا۔ واین انفقہ ۔؟ تو نے مال کس مصرف اور کس جگہ خرچ کیا تھا۔ تھیٹر اور سینما دیکھنے میں صرف ہوا تھا۔ یا کہیں مسجد، دارالعلوم یا دیگر دینی امور میں خرچ کیا تھا۔ اگر جائز مصرف میں لگا دیا تھا۔ جیسے مسجد، دارالعلوم وغیرہ۔ تو صدقہ جاریہ ہوا۔ قیامت

تک اجر اس کے عمل نامے میں لکھے جائیں گے، مسجد میں لوگ نماز پڑھیں گے، دار العلوم میں طلبہ علم دین حاصل کر کے علماء بنیں گے۔ اور دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیل کر قرآن و حدیث میں کی اشاعت و حفاظت کریں گے جس کا ثواب دار العلوم بنوانے یا اس کے ساتھ امداد کرنے والوں کو برابر پہنچتا رہے گا۔

دنیاداروں کو نصیحت | افسوس کہ آج اکثر مسلمانوں کا مال سینما تھیٹروں میں صرف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرما دے کہ حلال مال کما کر جائز مصارف میں خرچ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من بنی للّٰہ مسجداً بنی اللّٰہ لہ بیتاً مثلہ فی الجنۃ۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مسجد تعمیر کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں بنانے والے کو جنت میں اس مسجد جیسا گھر بنا دے گا۔ مثلہ میں مثلیت نفس بناء میں ہے۔ مثلیت فی الکمیۃ والکیفیۃ مراد نہیں کمیت میں مشابہت اس لئے نہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ موضع شبر فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا۔ جنت میں ایک بالشت جگہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ مثلیت فی الکیفیۃ اس لئے نہیں کہ کل حسنۃ بعشر امثالہا۔ یعنی ہر نیکی کے بدلے دس گنا اجر ہے، تو تشبیہ نفس بناء میں ہے۔

پانچواں سوال | علماء سے پانچواں سوال علم کے متعلق ہوگا۔ وعن عالم ماذا عمل فیما علم۔ عالم سے پوچھا جائے گا۔ کہ آپ نے علم جیسی نعمت کا شکریہ ادا کیا۔ علم کا تقاضا عمل ہے، آپ نے اپنے علم پر کس حد تک عمل کیا۔ ابوداؤد شریف میں حدیث ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عویمرؓ کو فرمایا۔ کہ قیامت کے دن آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے کونسا عمل کیا ہے۔ اور اگر آپ جواب دیں کہ میں جاہل ہوں، تو آپ سے باز پرس ہوگی، کہ آپ نے علم کیوں حاصل نہ کیا۔ دونوں حالتوں میں جواب دینا پڑے گا۔

طالب علموں کو نصیحت | طالب علم بھائیو! علم حاصل کرو۔ اور اس پر عمل کیا کرو۔ اور عمل کے ساتھ اخلاص شامل کرو۔ انسان عمل کی بدولت اشرف المخلوقات ہے۔ عمل نہ ہو تو انسان و حیوان میں کچھ فرق نہیں۔ میرے حضرت الشیخ فرمایا کرتے تھے کہ بے عمل انسان سے پیاز اچھا ہے۔ پیاز کو اگر کوٹو تو اس سے پانی نکل کر اسکی بدبو چلی جائے گی۔ اور انسان کو اگر کوٹو تو اس سے خون اور بدبو پھیل جائے گی۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بہتر متقی ہیں۔ حقیقت میں دار و مدار تقویٰ پر ہے۔ بہت سے بدقسمت مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں رہتے ہیں۔

مگر ان میں تقویٰ نہیں۔ ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں، سگریٹ پیتے ہیں۔ اگرچہ شرف جوار اور حرمین شریفین کی ہمسائیگی کی سرفرازی ان کو حاصل ہے۔ مگر تقویٰ سے بے بہرہ ہیں۔

علم عمل اور اخلاص کا روح المهاجر من هجر ما نهى الله عنه۔ مہاجر تو وہ ہے جس نے ممنوعات خداوندی کو ترک کیا۔ جسم کے لئے روح باعث حیات ہے۔ اور روح کے لئے روح علم ہے۔ علم کا روح عمل ہے۔ اور عمل کا روح اخلاص ہے۔ اور اخلاص کے لئے روح عدم رویتہ الاخلاص فی اخلاصہ۔ کہ اپنے اخلاص میں بھی اخلاص نظر نہ آئے ــــ یکون مخلصاً ولا یظن نفسہ مخلصاً۔ مخلص ہونے کے باوجود اپنے کو مخلص نہ سمجھے ــــ اخلاص کے بعد خود بخود خشیت من اللہ نصیب ہو گی۔ علم، عمل، خشیت اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔

خدا کی شان رحمت وبے نیازی ان اللہ لغنی عن العالمین۔ اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے۔ چاہے تو ایک نکتہ پر مؤاخذہ فرماوے۔ چاہے تو ایک نکتہ پر مغفرت ورحمت سے نوازے ــــ امام غزالیؒ بہت بڑے عالم اور صوفی گذرے ہیں۔ بغداد میں انہوں نے دار الحدیث بنائی تھی۔ کئی جگہ انہوں نے قرآن وحدیث کے درس دئے۔ احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت جیسی بلند پایہ تصانیف کیں۔ کسی نے ان کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، اور امام غزالیؒ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسے بخشا، تو امام غزالیؒ نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں میری پیشی ہوئی تو باری تعالیٰ نے پوچھا غزالی تو نے کیا کیا۔ میں نے جواب دیا کہ قرآن وحدیث کے درس دئے، تصنیفات کیں۔ تو خداوند کریم نے فرمایا کہ یہ تو کچھ عمل نہیں۔ آپ نے تو اپنی علمی خواہش پوری کی۔ عالم ربانی تو یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی مسئلہ کو بیان کرے۔ عالم کی انگلیاں کسی تحریر وکتابت کی تلاش میں ہوتی ہیں۔ کیا تدریس وتالیف کے علاوہ بھی اور کوئی عمل ہے۔؟ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا، اور بدن پر خوف و خشیت کے مارے لرزہ طاری ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے جواب ملا کہ غزالی مت ڈر! ایک دن آپ کچھ لکھ رہے تھے آپ نے جب قلم دوات سے اٹھائی تو اس پہ ایک مکھی بیٹھ گئی۔ آپ نے قلم کو جنبش نہ دی، اور آپ نے کہا کہ مکھی بھوکی پیاسی ہے۔ سیاہی پی کر سیر ہو جائے گی۔ میں نے آپ کا وہ عمل قبول کر کے آپ کو بخشدیا ہے۔ سبحان اللہ۔

جنید بغدادیؒ کا واقعہ حضرت جنید بغدادیؒ جب انتقال کر گئے تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ ما صنع اللہ بلک۔ تو حضرت جنید بغدادیؒ نے جواب دیا، کہ وہاں تو کچھ کام نہ آیا۔ مگر چند ٹوٹی پھوٹی رکعات کام آگئیں۔ الا رکیعات۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عمل مقبول ہے جس میں اخلاص وللہیت ہو۔

اسی اخلاص ہی کی وجہ سے انسان میں خشیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان اپنی ہستی کو نیستی سمجھنے لگتا ہے ۔

نیستی ما باعث ہستی ما پستی ما باعث سربلندی ما

علماء کو نصیحت | اللہ تعالیٰ ہمیں علم وعمل، اخلاص اور خشیت نصیب فرمائے۔ علم تھوڑا عمل زیادہ ہونا چاہئے۔ حضرت امام مالکؒ بہت بڑے عالم اور امام مذہب ہیں۔ احادیث پڑھایا کرتے تھے۔ اپنے شاگردوں کو ہر وقت یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اجعلوا العلم ملحًا والعمل دقیقاً۔ علم نمک جتنا اور عمل آٹے کے مقدار میں۔ جسطرح آٹے اور نمک کی نسبت ہے۔ اسی طرح علم اور عمل کے درمیان نسبت رکھنی چاہئے۔ علماء کو عمل ہی کی بدولت کامیابی ہوگی۔

تعلق علم وخشیت اور علماء کے نکتے | حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس آیت کریمہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے ذیل میں لکھا ہے بیشک اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ علماء اس آیت پر فخر کرتے ہیں اور اپنی بڑائی کے لئے یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ آیت علماء کے حق میں وعدہ نہیں وعید ہے۔ کیونکہ خشیت کو عالم کے ساتھ لازم قرار دیا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم وابستہ ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مصنف فتح الباری دمشق میں ایک دن احادیث پڑھا رہے تھے۔ کسی عالم نے آیت انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے متعلق پوچھا کہ اس آیت سے تو حصر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ اور دوسری آیت میں آیا ہے: ذالک لمن خشی ربہ - یہ جنت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ صرف علماء ہی جنت میں جائیں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تو محدث موصوف کافی دیر تک خاموش رہے۔ اور بالآخر انہوں نے کہا کہ علماء سے مراد الموحدون ہیں۔ یعنی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ای الموحدون - تو اس بنا پر جنت موحدوں کے لئے ہے۔ اس توجیہ سے تو تعمیم ہوجاتی ہے۔ مگر میرے دل میں یہ نکتہ جاگزیں نہ ہوا کیونکہ یہ آیت علماء کی مزیت وفضیلت بیان کرنے کے متعلق اتری جو کہ شان نزول سے ظاہر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ کا القاء کیا کہ: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء میں خشیت سے مراد الخشیۃ المطلقۃ الکاملۃ ہے۔ لا مطلق الخشیۃ اور الخشیۃ المطلقۃ الکاملۃ صرف علماء ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ اور ذالک لمن خشی ربہ میں خشیت سے مراد مطلق الخشیت ہے۔ تو جنت ان لوگوں کیلئے ہے جن کے دلوں میں مطلق خشیت ہوگی۔ اس صورت میں جو آیت

علماء کی فضیلت میں اتری ہے۔ اپنی حالت پر رہ گئی۔

علم کے ساتھ ادب کی ضرورت | اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل اور علم کے آداب نصیب فرمائے علم کے ساتھ ادب لازم ہے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ سال ادب سیکھنے میں صرف کئے اور دو سال علم حاصل کرنے میں۔ مگر افسوس ہے۔ کاش! یہ دو سال بھی ادب ہی میں گذارتا۔

ادب تاجیست از لطف الٰہی   بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

بے ادب خود را نہ تنہا ساخت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

اللہ تعالیٰ وہ علم ہمارے دلوں میں جاگزیں فرما دے، جو مسلمانوں کی یگانگت اتفاق و اتحاد کا باعث ہو۔ ایسا علم جو کہ مسلمانوں میں تفرقہ اندازی اور اختلافات پیدا کر دے، وہ علم نہیں۔

تو برائے وصل کردن آمدی   نے برائے فصل کردن آمدی

اتحاد اور اتفاق پر زور | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے، اوس اور خزرج کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مخالف ہو رہے ہیں۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میری جماعت بڑھ جائے۔ ہر پیر یہ چاہتا ہے کہ میرے مرید زیادہ ہوں۔ ہر عالم اس تلاش میں ہے کہ میرے شاگردوں کی تعداد بڑھ جائے۔ ایسے علوم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، ایک عالم ربانی وہ کام کر سکتا ہے جو کئی علماء نہیں کر سکتے۔

یہ دارالعلوم باغ محمدیؐ ہے | وقت زیادہ گذر گیا، تین بج گئے آپ کے ساتھ میرا وعدہ تھا کہ تین بجے دارالعلوم حقانیہ سے روانگی ہو گی، اس لئے اب میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ایسا مدرسہ بنا دے کہ اس سے علمائے حقانی نکلیں۔ جسطرح یہ مدرسہ حقانیہ ہے، اسی طرح حق کے علماء اس سے نکلتے رہیں جو حق بیان کرنے میں کسی سے نہ ڈریں۔ اور لایخافون لومۃ لائم کے مصداق بن جائیں۔ خاصکر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، کے علم میں ان کی عمر میں اور ان کی اولاد کے علم میں برکت عطا فرما دے۔ آمین۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ اور اس کے ارکین کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ یہ دارالعلوم باغ محمدیؐ ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مناسب ہے کہ ہر ایک مسلمان اس کو سرسبز و شاداب رکھنے کی کوشش کرے۔ میرے بس میں بھی یہی ہے۔ کہ اس کے لئے دعا کروں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی کامیابی و ترقی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوار اور روضۂ مبارک کے ساتھ دعائیں کرتا رہوں گا۔ العلم اساس علم تو بنیاد ہے، پھر علم القرآن والاحادیث۔ میں نے اپنے بیٹے اور اپنے طالب علموں

حضرات کو کچھ نصیحت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات میں اعتقادات میں معاملات میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع نصیب فرما دے۔ ہمیں غلامانِ مصطفیٰ بننے کی توفیق بخشے آجکل دعویٰ تو غلامانِ رسول کا کرتے ہیں، مگر صورت و سیرت میں یورپ کی غلامی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ جو اپنے گلے سے نکٹائی دور نہیں کر سکتا وہ کس منہ سے رسول کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے۔ الحمدللہ میری تبلیغ کامیاب ہے۔ کیونکہ نیت خالص للہ ہے۔ للنفس نہیں۔ اللھم دفقنا وو فقھم لما تحب وترضی واحفظنا واحفظھم واسترنا واسترھم۔ برحمتک یاارحم الراحمین۔

(پھر اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے نہایت تضرع والحاح سے جامع مانع دعا فرمائی اور اپنی جیب خاص سے تین صد روپے دارالعلوم کے زیر تعمیر مسجد کے لئے عطا فرمائے۔ اور سینکڑوں طالبانِ معرفت کو بیعت کی نعمت سے نوازا۔)

پر پڑے گا جو ایک گھنٹہ محنت کی اُجرت ۲۵ پیسے وصول کرتے ہوں گے۔

ایک دوسری مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک جماعت کے سب افراد ۲۵ پیسے یومیہ کے حساب سے ایک خزانچی کے پاس رقم جمع کرتے ہیں اور سال بعد ہر شخص اپنی پس انداز کی ہوئی رقم وصول کرنے آتا ہے، اس وقت چند افراد ۵۰ پیسے یومیہ کے حساب سے رقم وصول کرتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ باقی افراد ۲۵ پیسے یومیہ سے کم فی کس رقم وصول کریں گے۔

کسی ملک کے تمام محنت کش سارا سال محنت کرتے ہیں اور جس قدر ان کی محنت سے دولت پیدا ہوتی ہے وہ ساری کی ساری منڈی میں دکانوں پر رکھ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر ایک کو کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے جتنی محنت کی ہے اس نسبت سے دکانوں سے دولت حاصل کرے اور اس مقصد کے لئے انہیں زر، روپیہ (جس کا دوسرا نام قوتِ خرید ہے) دے دیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بعض افراد کو انکی محنت کی زیادہ اُجرت ملی ہوگی تو وہ دکانوں سے زیادہ دولت خرید لیں گے۔ اور باقی دولت کی اور لوگوں کی قوتِ خرید یعنی طلب سے گھٹ جائے گی اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ گویا ۲۵ پیسے میں ۲۵ پیسے کی مالیت کی چیزیں نہیں خریدی جا سکیں گی۔ جو شخص ۲۵ پیسے دے گا اُسے ۲۰ پیسے کی چیز ملے گی۔ یہ ناانصافی صرف اس لئے ہوئی کہ محنت کشوں کے ایک خاص طبقے کو معیار سے زیادہ اجرتوں سے نوازا گیا ہے۔